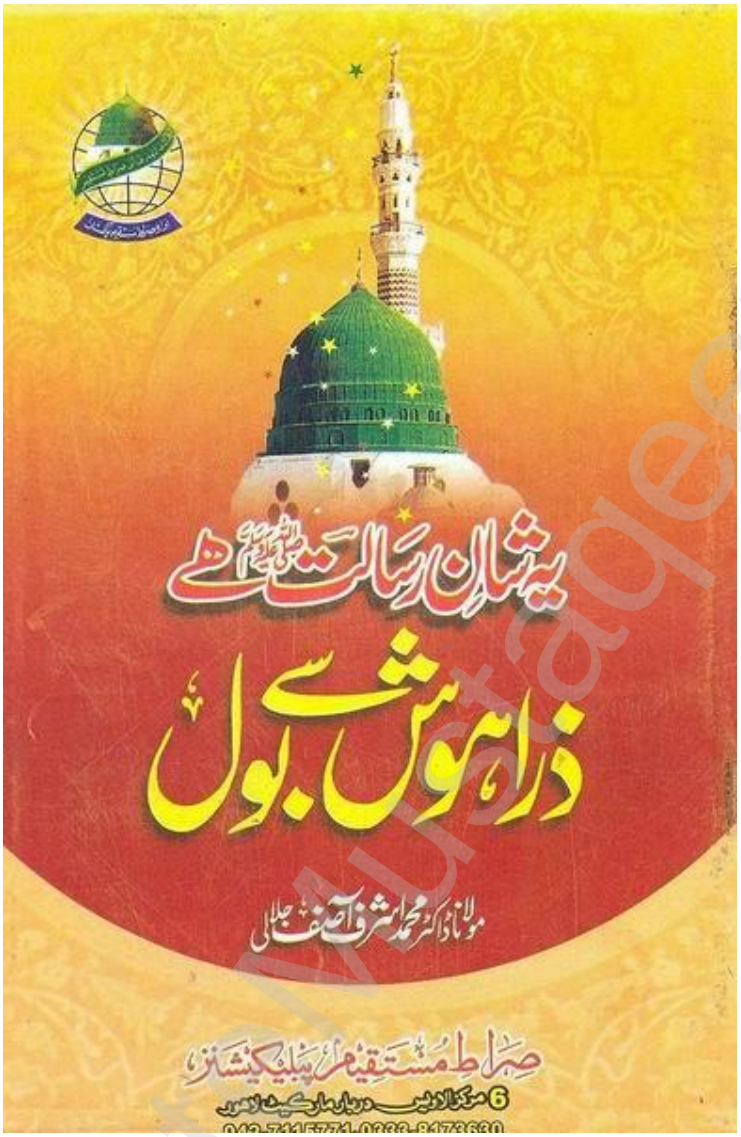

یہ شانِ رسالت ﷺ ہے
ذرا ہوش سے بول
مولانا ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی
صراطِ مستقیم پبلیکیشنز
6 مرکز الاسلام دربار مارکیٹ لاہور

بِسْمَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَحْمَدُكَ اللّٰهُمَّ يَامُجِيْبَ كُلِّ سَائِلٍ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ اَفْضَلُ الْوَسَائِلِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِى الْفَضَائِلِ۔

اَمَّابَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانَ الرَّجِيْم

بِسْمَ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْالَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآ ئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰى آلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور پرنور شافع یوم النشور احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ درود وسلام عرض کرنے کے بعد۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

وارثان منبر ومحراب ارباب فکر ودانش۔

نہایت ہی معزز ومحتشم حضرات وخواتین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اُسکی توفیق سے ادارہ صراط مستقیم پاکستان کے زیر اہتمام ماہ رمضان المبارک کے پر کیف لمحات میں ہم سب کو عظیم الشان پندرھویں سالانہ فہم دین کورس میں شرکت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے آج ہماری گفتگو کا موضوع ہے۔

''یہ شانِ رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''

ایمان بالرسالت عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔ اس سلسلہ میں ہمارے متعدد موضوعات پہلے اللہ کے فضل سے دور دور تک پہنچ چکے ہیں جن میں بطور خاص ''منصب نبوت اور عقیدہ مومن'' ''شان رسالت سمجھنے کا ایمانی طریق'' اور ''شان رسالت کی یکتائی'' آج اسی سلسلہ کا یہ چوتھا موضوع ہے کہ ''یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''۔

ایمان بالرسالت کی اہمیت کے پیش نظر جن حالات سے امت مسلمہ گذر رہی ہے اور باطن پرستوں کی طرف سے جو رسول اکرم ﷺ کی گستاخیوں کا سلسلہ خاکوں کی شکل میں معاذ اللہ جاری رکھا جا رہا ہے یہ ایک بہت بڑا امتحان ہے اس تناظر میں بالخصوص اسلام کے اندرونی محاذ پر شان رسالت سے متعلق کچھ لوگوں کے گرے ہوئے انداز کی وجہ سے بھی آج امت مسلمہ کو شرمساری بھی ہے اور پریشانی بھی۔ تحذیر الناس، حفظ الایمان، تقویۃ الایمان وغیرہ ایسی کتابوں میں جو جسارتیں تھیں وہ ایک بہت بڑا المیہ ہیں اس پر مستزاد کچھ موجودہ لٹریچر ہے، گذشتہ سال گجرات میں ایسی

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

حرکت کی گئی ابھی جہلم میں ایک شخص نے ایسی کتاب لکھی، شیخوپورہ میں ایسا واقعہ پیش آیا، گوجرہ فیصل آباد کے اندر بھی ایک الم ناک واقعہ رونما ہوا۔ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ ماحول میں قرآن وسنت کی تعلیمات کو یوں اجاگر کیا جائے کہ اس مسئلے کی جو نزاکت ہے اُس کو سامنے رکھتے ہوئے ہر انسان جب گفتگو کر رہا ہو تو سوچ کے، سمجھ کے اور شان رسالت کا جو تقدس اور اسکی جو رفعت ہے اُس کو پیش نظر رکھتے ہوئے گفتگو کرے، گفتگو کا انداز ایسا نہ ہو کہ جیسے بڑے بھائی کے بارے میں بات کی جارہی ہو۔ یا گاؤں کے چودھری کے بارے میں بات کی جارہی ہو۔

بلکہ گفتگو سے پہلے انسان کے حواس پوری طرح بیدار ہوں اور اُس پر رعب طاری ہو کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی شان رسالت کے متعلق گفتگو کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح طور پر اس بارے میں ہدایت فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا

اے ایمان والو!

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا

راعنا نہ کہو۔

وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا

اور تم کہو کہ اے محبوب ہم پہ نظر رکھیں۔

وَاسْمَعُوْا

اور تم پہلے ہی غور سے سنو۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

وَلِلْكَافِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ (سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۱۰۴)

اور کفار کیلئے دردناک عذاب ہے۔

قرآن مجید کا یہ مقام بطور خاص قیامت تک کے لوگوں کو یہ سمجھا رہا ہے ''یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''۔

لَاتَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوْا انْظُرْنَا

تم راعِنَا نہ کہو اور تم اُنْظُرْنَا کہو۔

یارسول اللہ ﷺ ہم پہ نظر کرم فرماؤ۔

شانِ نزول، پہلی تفسیر:

اس آیت کا شان نزول اور اسکی پہلی تفسیر یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم رسول اکرم ﷺ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور وہ کہتے۔ راعنا یارسول اللہ ﷺ۔

یارسول اللہ ﷺ ہماری رعایت رکھیں۔

یعنی آپ قرآن مجید کی آیات پڑھ رہے ہیں۔ تو ہمیں بھی آپ ساتھ لے کر چلیں تا کہ ہم لکھ لیں، سن لیں اور یاد کرلیں۔ یہ اُن کی رسول اکرم ﷺ سے درخواست ہوتی تھی۔

مگر دوسری طرف عبرانی زبان میں اسی لفظ کو نازیبا الفاظ کے زمرے میں شمار کیا جاتا اور گالی کے طور پر اس کا استعمال ہوتا۔

تو جب صحابہ کرام عربی زبان کے لحاظ سے اس کا استعمال کرتے تھے اور صحیح معنیٰ میں کرتے تھے۔ لیکن یہود کو موقع مل گیا۔ انہوں نے اپنا بُغض اسی لفظ کی آڑ میں ظاہر کرنا شروع کردیا تو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام پر بھی اس لفظ کا بولنا حرام کردیا اور ارشاد فرمایا۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا۔ تم راعنا نہ کہو۔

اگر چہ تم تو اچھی نیت سے کہتے ہیں لیکن دوسرے لوگ اس لفظ سے بُری سوچ کی گنجائش پیدا کر رہے ہیں۔تو جب انھیں اس سے گنجائش ملتی ہے تو تمہارے لئے جائز نہیں۔تم یہ لفظ بولنا بند کر دو۔

چونکہ ناموس رسالت کا معاملہ ایسا ہے کہ اگر کسی لفظ کے دو معنٰی ہوں ایک معنٰی درست ہو اور دوسرا معنٰی شان رسالت کے لائق نہ ہو تو شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ اُس لفظ کا استعمال متروک ہو جائے اور اُسکو چھوڑ دیا جائے تا کہ اس لفظ کی آڑ میں کوئی گستاخ مذموم ارادوں کو پورا نہ کر سکے۔

دوسری تفسیر:

صحابہ کرام رسول اکرم ﷺ کی رعایت کے لحاظ سے راعنا کہتے تھے لیکن یہود نے اس کو کھینچ کے پڑھنا شروع کر دیا۔کہ

راعینا یعنی راعی چرواہے کو کہتے ہیں۔

صحابہ کرام کہتے یا رسول اللہ ﷺ راعنا آپ ہمارا لحاظ رکھیے ہماری رعایت فرمایئے وہ یہ درخواست کرتے تھے لیکن یہود (معاذ اللہ) راعینا کہہ کے اپنی طرف سے بُغض اور گندی سوچ کا اظہار کرتے تھے۔

راعی غَنَمَنَا ہماری بکریوں کو چرانے والا

تو معاذ اللہ جب یہود نے راعنا کہنا شروع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ السلام کے صحابہ کو اور قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ پیغام دیا کہ اس لفظ کو بُری سوچ

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

والے لوگ استعمال کر رہے ہیں۔ تو تم اس کا استعمال ہی ترک کر دو تا کہ کسی طرح اس کو بول کر رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کا موقع نہ مل سکے۔

تیسری تفسیر:

راعنا کو اگر باب مفاعلہ سے مشتق بنائیں تو پھر اس میں جانبین ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر لفظ مصافحہ ہے تو مصافحہ تب بنتا ہے جب دو بندے آپس میں ہاتھ ملاتے ہیں۔ ایک آدمی کے ہاتھ کے عمل کو مصافحہ نہیں کہا جا سکتا۔

تو جہاں بھی باب مفاعلہ ہوتا ہے وہاں جانبین کا ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ جانبین نہیں ہونگے تو باب مفاعلہ نہیں بنے گا۔

تو اب راعنا میں باب مفاعلہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں جانبین ہیں اور پھر اُن کے آپس میں مساوات سمجھی جا رہی تھی۔ مطلب کیا بنا کہ اے محبوب آپ ہمارا لحاظ کرو اور ہم آپ کا لحاظ کرتے ہیں۔ یعنی اس لفظ سے یہ معنی نکل سکتا تھا۔ اگر چہ صحابہ کرام کی نیت نہیں تھی۔ لیکن اس میں گنجائش یہ بن رہی تھی اور راعنا باب مفاعلہ سے ہونے کی وجہ سے مساوات کا پہلو نکل رہا تھا کہ آقا اور غلام دونوں برابر ہو رہے ہیں۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے تو رسول اکرم ﷺ کو تو انبیاء میں سے سب سے اونچی شان عطا فرمائی ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ اس مساوات کی نفی کیلئے جو ایک نبی اور امتی کے درمیان بن رہی تھی، راعنا کہنا ناجائز قرار دے دیا تا کہ کہیں ایسا تصور بھی پیدا نہ ہو کہ امتی یہ کہے کہ میں نبی جیسا ہوں اور نبی میرے جیسے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سوچ کو بند کرنے کیلئے راعنا کا استعمال بھی ناجائز فرما دیا۔

چوتھی تفسیر:

جس وقت ایک شخص کسی سے کوئی بات کرنا چاہے تو اُس کے لحاظ سے ایک آرڈر ہے اور ایک التماس ہے۔ جبکہ آرڈر میں اور التماس میں فرق ہے۔ اگر چہ لفظ ایک جیسے ہوتے ہیں۔

ایک شخص یہ کہتا ہے کہ آپ میرا یہ کام کر دیں۔ یہ کسی بڑے سے وہ اپنی اپیل کر رہا ہوتا ہے دوسرا وہ اپنے نوکر سے کہتا ہے کہ تم یہ کام کر دو تو وہ بطور آرڈر کر رہا ہے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ اپیل اور ہوتی ہے اور آرڈر اور ہوتا ہے۔

تو راعنا میں ایک پہلو یہ ہے کہ اس سے آرڈر والا معنٰی نکل رہا تھا کہ راعنا ایک امتی بولے اور اس سے اخذ یہ ہو کہ وہ چھوٹا ہو کے بڑی ذات کو حکم دے رہا ہے۔ تو اس صیغہ کے لحاظ سے وھم پیدا ہو رہا تھا اگر چہ بولنے والے صحابہ کرام کی یہ نیت نہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے منصب نبوت کا ادب سکھانے کیلئے اور شانِ رسالت کے متعلق گفتگو کے آداب بتانے کیلئے اُن پر راعنا کا بولنا ناجائز قرار دے دیا۔ کہ

اس لفظ کو ہزار بار اچھی نیت سے بولو مگر چونکہ اس میں وہم پیدا ہو رہا ہے اس واسطے قیامت تک کے مسلمانوں پر اس کا بولنا حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

پانچویں تفسیر:

راعِنَا کا معنی ہے قولاً راعنا (تفسیر رازی ۲/۲۴۳)

کہ رعونت والی بات نہ کرو یعنی جس بات میں تکبر ہو۔

اللہ کے پیغمبر سے کوئی اکڑ کر نہ بولے۔ کوئی رعونت سے نہ بولے اس انداز سے نہ

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

بولے جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ عاجزی کے سوا بول رہا ہے۔

لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا

میرے محبوب علیہ السلام سے گفتگو کرتے وقت نرم نرم اور عاجزی کے انداز میں گفتگو کرو اور کوئی شخص تکبر کے انداز میں گفتگو نہ کرے۔

یہ قرآن مجید کی تعلیمات کا اثر ہے کہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ھوشمند انداز

جس وقت حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قریش کے سفیر بن کے آئے تھے اور حدیبیہ میں رسول اکرم ﷺ کے پاس صحابہ کو بیٹھے دیکھا تھا تو جن پانچ باتوں سے وہ زیادہ متاثر ہوئے تھے اُن میں سے ایک بات یہ بیان کی۔

اِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا اَصْوَاتَھُمْ (بخاری شریف باب الشروط فی الجھاد حدیث نمبر ۲۵۲۹)

جس وقت رسول اکرم ﷺ گفتگو کرتے ہیں تو صحابہ بولتے وقت یہ پابندی ضرور کرتے کہ ہماری آواز نبی علیہ السلام کی آواز کے برابر نہ ہونے پائے۔ ہماری آواز آپ کی آواز سے پست رہے۔ تو یہ آداب رسول اکرم ﷺ کے ہیں قرآن نے سکھائے ہیں اور صحابہ کرام نے پھر اُن پر عمل کر کے دکھایا ہے۔

یہ نصاب صرف صحابہ کرام کا نہیں تھا بلکہ یہ تابعین کا بھی نصاب تھا اور تبع تابعین کا بھی نصاب تھا اور بعد کے لوگوں کا بھی نصاب تھا اور آج کے مسلمانوں کا بھی نصاب ہے اور یہ قیامت تک کے ایمان والوں کا نصاب ہے اس واسطے اسی آیت کو ہم موضوع بناتے ہوئے آج اپنی گفتگو کو آگے بڑھا رہے ہیں کہ آج ایک انسان جہاں

بیٹھ کر کوئی شان رسالت کے متعلق وضاحت کر رہا ہے کوئی بات اور تبصرہ کر رہا ہے کسی طرح وہ کوئی کلام کر رہا ہے تو اُسے سوچنا چاہیے۔

ادب گاہیست زیر آسمان ازعرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدو بایزید ایں جا

میں جس دربار کے بارے میں بات کر رہا ہوں وہ عرش سے نازک تر دربار ہے اور وہاں پر تو لوگ اپنی سانس پر بھی پابندی لگاتے ہیں کہ کہیں سانس بھی بلند طریقے سے نہ چلنے پائے۔

یہ قرآن مجید کی اس آیت کی دعوت ہے کہ ''یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''۔

اس سلسلہ میں ہوش کے چند ضابطے ہیں۔

1۔ ہر حال میں بڑائی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سوال کیا۔

اَنْتَ اَکْبَرُ اَوِالنَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اے حضرت عباس مجھے بتاؤ آپ بڑے ہیں یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہیں پوچھنے والے کا مطلب تھا کہ عمر کے لحاظ سے کون بڑا ہے۔ یہ عموماً جملہ بولا جاتا ہے۔ کوئی بندہ اپنے والد کے دوست سے پوچھ لیتا ہے کہ آپ بڑے ہیں یا میرے ابا جی بڑے ہیں اور اپنے چچا کے ہم عصر سے گفتگو کرتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ آپ بڑے ہیں یا میرے چچا بڑے ہیں۔ تو اس انداز سے کسی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ پوچھ لیا۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

أَنْتَ اَكْبَرُ اَوِ النَّبِيُّ ﷺ

آپ بڑے ہیں یا نبی علیہ السلام بڑے ہیں۔

اب غور کرنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب کیا دیا فرمانے لگے۔

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

هُوَ اَكْبَرُ وَ اَنَا وُلِدْتُّ قَبْلَهٗ

(مختصر، تاریخ دمشق، ۱۱/۳۳۶)، (سیر اعلام النبلاء ۳/۴۰۰)

بڑے تو سرکار علیہ السلام ہی ہیں لیکن ولادت میری پہلے ہوئی ہے۔ یعنی وہ لفظ جو عمومی طور پر بولا جاتا ہے اور یہ کہا جا سکتا تھا کہ میں آپ سے دو سال بڑا ہوں۔ یا میں اتنے سال بڑا ہوں یہ لفظ بولا جا سکتا تھا مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے وہ لفظ استعمال نہیں کیا کہنے لگے کہ۔

بڑے تو رسول اکرم ﷺ ہیں لیکن میں صرف پیدا پہلے ہو گیا تھا۔ میری ولادت پہلے ہوئی ہے میری عمر سرکار سے زیادہ ہے مگر اقوی کا لفظ جب بولنا ہے تو اس میں یا کہنے کی ضرورت نہیں ہے میرے محبوب ہر حال میں اکبر ہیں، وہ مجھ سے بڑے ہیں۔ آپ دیکھیں کہ یہ صحابہ کرام کا انداز ہے یہ سوچنا پڑے گا آج تھڑے پہ بیٹھے ہوئے مسلمان کو تو دیکھنا پڑے گا جو مسلمان اور امتی ہونے کا دعوی بھی کرتا اور ساتھ آپ کے منصب کے لحاظ سے یوں باتیں کرتا ہے کہ جیسے بڑے بھائی اور عام انسان کے بارے میں بول رہا ہو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی ذات وہ ذات کہ جن سے رسول اکرم ﷺ فرمانے لگے کہ یہ تو میرے باپ کی مثل ہیں۔

عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ (مسلم شریف باب فی تقدیم الزکاۃ حدیث نمبر ۱۶۳۴)

www.SirateMustaqeem.net

بندے کا چچا اُس کا باپ ہی ہوتا ہے۔

وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بولیں تو باپ کہہ کے بولیں۔

رُدُّوْا اِلَیَّ اَبِیْ عَبَّاسٍ

تم میرے ابا جی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلا کے لے آؤ۔

سرکار کہتے وقت اُن کو باپ کہہ کے بلائیں مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ قیامت تک کے مسلمانوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جنھیں سرکار اپنا باپ کہیں۔ اس کے باوجود کہ مجھے سرکار باپ کہہ رہے ہیں۔

مگر میں منصب نبوت کا ادب تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ جب عمر میں میں بڑا بھی ہوں لیکن میں اپنے آپ کو بڑا نہیں کہوں گا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ

اَنَا وُلِدْتُّ قَبْلَهٗ

میں پیدا سرکار سے پہلے ہو گیا ہوں۔ لیکن

هُوَ اَكْبَرُ مِنِّی

جہاں تک بڑے ہونے کا معاملہ ہے تو وہ میرے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ جنہوں نے سرکار سے براہ راست دین حاصل کیا قرآن مجید کے مخاطب ہیں اور جنہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض پایا اور ان کی اتنی عظیم شان ہے۔

ایک طرف اونچے قد والے عظیم المرتبت انسان اور دوسری طرف ہماری طرح کے بالکل عام قسم کے لوگ ان کی گفتگو میں یہ ڈیفرنس کیوں آ گیا ہے۔ ادھر وہ اتنی عظمت

سے بات کرتے ہیں۔ادھر یہ لوگ بالکل سطحی سا انسان بنا کے پیش کرتے ہیں۔

یہ درمیان میں فرق عقیدے کی عظمت کا فرق پڑ گیا ہے اور صحابہ کرام کے اذھان میں جو شان رسالت کا تقدس تھا اُس سے ان لوگوں کی سوچ کا مقام بالکل دور ہو گیا ہے۔

لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آج بھی ہم اہلسنت و جماعت کو مقام نبوت کے متعلق بولنے میں وہی صحابہ والا ادب عطا فرمایا ہے۔

2۔مثال میں بھی ادب

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا

کہ کن جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔تو انہوں نے وہ جانور بتانے کیلئے اپنی چار انگلیوں سے اشارہ کیا۔کہ سرکار علیہ السلام نے اس طرح چار انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا کہ ان چار جانوروں کی قربانی کرنا جائز نہیں ہے۔

صحابہ کرام کا یہ انداز تھا کہ بیان کرتے وقت حدیث کو مسلسل بنانے کیلئے جیسے سرکار نے اشارہ فرمایا ہوتا ویسے ہی اشارہ کرتے تھے۔

جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوتے ویسے ہی مسکراتے کہ ہم نے تو سرکار کا چہرہ دیکھا ہے لیکن بعد والے ہم سے لفظ بھی پڑھتے رہیں اور سرکار کی کیفیت کو معلوم بھی کرتے رہیں۔

کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کا اُس وقت کیا انداز تھا جب آپ یہ گفتگو فرما رہے تھے۔

جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان جانوروں کو بیان کیا تھا جن کی قربانی جائز نہیں ہے تو آپ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کیا تھا کہ چار جانور ایسے ہیں جن کی

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے جب اُن جانوروں کے بارے میں پوچھا جن کی قربانی جائز نہیں ہے۔تو حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ مجمع عام میں کھڑے ہو گئے اور فرمانے لگے۔

فَقَالَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

ایک دن سرکار ہمارے درمیان کھڑے تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چار انگلیوں سے اشارہ کر کے فرمایا تھا کہ ان چار جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کی چار انگلیوں سے اشارہ کیا۔ جب آپ یوں کر چکے تو دل میں خیال آیا کہ میں نے نبی علیہ السلام کی طرح اپنا ہاتھ قرار دے دیا۔ کہ محبوب علیہ السلام نے یوں فرمایا تھا اور میں بھی یوں ہی کر رہا ہوں، سرکار نے یوں ہاتھ کیا تھا، کہاں میرے آقا کا ہاتھ اور کہاں میرا ہاتھ۔

آج چھوٹے چھوٹے لوگ کہتے ہیں کہ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں اور ہمارے بھی دو ہاتھ ہیں۔ ہاتھوں کی مشابہت خود زبان سے بیان کرتے ہیں۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ ہاتھ نبی علیہ السلام کے ہاتھ کی طرح ہے۔ بات کرتے وقت جب ہاتھ بلند کیا اور انگلیاں یوں کھولیں جیسے محبوب علیہ السلام نے چار کو بیان کرنے کیلئے کھولیں تھیں۔ لیکن فوراً اپنی گفتگو کو بدل دیا وضاحت کی ہے۔

کیا عشق ہے صحابہ کرام کا اور کیا منصب نبوت کی پہچان ہے۔

یوں ہاتھ کر کے ارشاد فرمانے لگے۔

اَصَابِعِیْ اَقْصَرُ مِنْ اَصَابِعِہٖ

اے دیکھنے والو!

ان انگلیوں کو دیکھ کے یہ نہ سمجھنا کہ سرکار کی انگلیاں ایسی ہیں نہیں، میری انگلیاں سرکار کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔

اَصَابِعِیْ اَقْصَرُ مِنْ اَصَابِعِہٖ

میری انگلیاں سرکار کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں اور ساتھ ہی یہ فرمایا۔

اَنَا مِلِیْ اَقْصَرُ مِنْ اَنَامِلِہٖ

(ابوداؤد شریف باب مایکرہ من الضحایا حدیث نمبر ۲۶۶۴، عون المعبود، ۷/۲۵۳)

میری انگلیوں کے پورے رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے پوروں سے چھوٹے ہیں یہ کہنا کیوں ضروری سمجھا کہ میں سمجھانے کیلئے مثال دے رہا ہوں حدیث کو مسلسل بیان کرنے کیلئے اپنا ہاتھ دکھا کر ان کو سرکار کے ہاتھ کا تصور دینا چاہتا ہوں، کہیں کوئی یہ نہ سوچ بیٹھے کہ میرا ہاتھ رسول اکرم ﷺ کے ہاتھ کی طرح ہے یا میں آپ کی طرح بیان کرنا چاہتا ہوں فرمایا نہیں نہیں۔

کہاں میری مجال اور کہاں میرے ہاتھ کی مجال صرف میں نے تمہارے سامنے یوں کر دیا ہے کہ سرکار نے اپنا ہاتھ یوں کیا تھا۔

جہاں ہاتھوں کا تقابل ہے تو نہ میرے ہاتھ سرکار کے ہاتھوں جیسے ہیں اور نہ میری انگلیاں سرکار کی انگلیوں جیسی ہیں اور نہ میرے پورے اُن کے پوروں جیسے ہیں۔

''یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

آج لوگ اپنی ضد سے یہ کہتے ہیں۔اُن کے ہاتھ ہمارے ہاتھ اور ہمارے ہاتھ اُنکے ہاتھ ان میں کوئی فرق ہی نہیں ہے لیکن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس بات کو واضح کررہے ہیں کہ فرق ان میں بہت زیادہ ہے کہ میرے ہاتھوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تشبیہ نہ دینا اور اُن جیسا نہ سمجھنا۔

عون المعبود شرح سنن ابی داؤد میں ہے کہ یہ سب کچھ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے ادب کے پیش نظر کیا اور فوراً بولتے وقت آپ نے ہاتھ سے جب اشارہ کیا تو وضاحت ضروری سمجھی کہ یہ کوئی نہ سمجھے کہ میں نبی علیہ السلام کے ہاتھ اپنے ہاتھ کو تشبیہ دے رہا ہوں، نہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بہت بڑا مظہر ہے اُس ہاتھ کے ساتھ کسی ہاتھ کی کوئی برابری نہیں ہے۔

اس مقام سے صحابہ کرام کا منصب نبوت کے لحاظ سے جو عقیدہ ہے اور جو شان رسالت کے بارے میں گفتگو کا انداز ہے۔اُس کو سمجھنا بڑا آسان ہوگیا۔

چند مثالیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس سے پتہ چلے گا کہ اب ادب کا گریڈ (Grade) کتنا نیچے چلا گیا ہے۔صحابہ کرام کا جو انداز تھا اُس انداز کو آج امت اپنائے گی تو پھر غیروں پر بھی اسکا اثر پڑے گا۔اگر امت کے اندر سے ہی یہ دھواں اُٹھتا رہے جس طرح کا دھواں حفظ الایمان کتاب میں ہے۔یا تحذیر الناس میں ہے اور جس طرح گستاخیوں کا دھواں تقویۃ الایمان میں ہے۔ایسی کتابوں میں جو گستاخانہ لہجے استعمال کئے گئے ہیں انہوں نے لوگوں کو جری بنا دیا ہے کہ وہ بولتے وقت سوچتے ہی نہیں کہ ہم کس کے بارے میں بول رہے ہیں۔لوگ تو اپنے اساتذہ

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

کے بارے میں بولتے وقت پہلے محتاط ہو جاتے ہیں کچھ لوگ شان رسالت ﷺ کے بارے میں بول رہے ہیں۔

آج کا یہ موضوع، صحابہ کرام کی گواہیاں اور قرآن مجید کی آیت بیان کر کے ہم اس ماحول کے گستاخانہ دھوئیں پر ابر کرم کا فیضان عام کرنا چاہتے ہیں تا کہ گستاخیوں کا دھواں ختم ہو جائے اور پھر امت مسلمہ کو برکات میسر آ جائیں۔

3۔ جواب میں ادب

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے ایک سوال کیا وہ سوال ایسا تھا کہ صحابہ کرام کو اس کا جواب آتا ہے۔

آج کے لوگوں کا انداز کیا ہے وہ برابری تو کیا آگے بھی بڑھنا چاہتے ہیں کہ ان باتوں کا انھیں علم نہیں تھا ہمیں ان باتوں کا علم آ گیا ہے۔

لیکن وہاں صورتحال یہ ہے کہ سرکار نے صحابہ کرام سے ایک سوال کیا اُس سوال کا جواب سب کو آتا ہے مگر اُن میں سے نہ کوئی یہ بولتا ہے اور نہ ہی یہ سوچتا ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ کو اتنا بھی پتہ نہیں (معاذ اللہ) یا کوئی یہ کہتا کہ اس کا یہ جواب ہے۔

صحابہ کرام کا ادب اتنا ہے کہ جب سرکار ﷺ نے سوال کیا تو صحابہ کرام کی طرف سے جواب یہ تھا۔

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ

اللہ زیادہ جانتا ہے اور اللہ کے نبی علیہ السلام زیادہ جانتے ہیں، یہاں تو ایک فتور پیدا ہو گیا کہ ایک امتی اُٹھ کے نبی علیہ السلام کے ہم پلہ ہونا چاہتا ہے۔ کوئی موقع ایسا

آئے تو سہی کہتے ہیں کہ دیکھو انہوں نے بھی ایسا کیا ہم بھی ایسا کر رہے ہیں بات برابر کی ہے۔

لیکن صحابہ کرام کا انداز اس بارے میں کتنا عجیب اور نرالہ ہے۔

4۔سوال کا جواب دینے میں نہایت احتیاط

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ اسکو روایت کرتے ہیں۔

قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَوْمَ النَّحْرِ

رسول اکرم ﷺ نے دس ذی الحج کے دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، آپ نے سب سے یہ سوال کیا۔

اَتَدْرُوْنَ اَیُّ یَوْمٍ ھٰذَا

تمہیں اے میرے صحابہ پتہ ہے کہ آج کون سا دن ہے۔ یہ بھی آج کچھ کہتے ہیں کہ سوال کرنے والا سوال تب کرتا ہے کہ جب اُسے کوئی پتہ نہ ہو، تو معاذ اللہ آپ کو بھول گیا تھا کہ آج کا دن کونسا ہے۔ یہ بھی کسی کی سوچ ہو سکتی ہے۔

لیکن وہاں پر کیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم نے کہا۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اللہ اور اُسکے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔ یعنی اس صورتحال میں بھی بڑی کشش ہے کہ جس بندے کو کچھ بھی جواب آتا ہو وہ اپنا علم ظاہر کرنے کیلئے بولتا ہے۔ کہ اللہ کے نبی سوال کر رہے ہیں اور میں جواب دے رہا ہوں۔

صحابہ کرام یہاں پر یہ لذت محسوس کر رہے ہیں کہ اگر چہ ہمیں جواب آتا ہے۔ مگر ہمارے علم کی کیا حیثیت ہے اللہ اور اُسکے نبی علیہ السلام کے علم کے مقابلے میں، ہر ایک

کو اسکا جواب آتا ہے کہ یہ یوم النحر ہے۔ قربانی کا دن ہے۔ لیکن اس انداز میں بولتا کوئی نہیں کہ وہ کہیں یا رسول اللہ ﷺ یہ تو یوم النحر ہے۔ لیکن سارے یہی کہتے ہیں کہ۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اللہ اور اُسکے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے دوسرا سوال کیا۔

اَتَدْرُوْنَ اَیُّ شَھْرٍ ھٰذَا

یہ مہینہ کونسا ہے۔

اب سب کو پتہ ہے کہ حج ہمیشہ ذوالحج میں ہوتا ہے، اگر کوئی بے صبرہ امتی ہوتا تو پتہ نہیں وہ کیا کہہ جاتا، لیکن یہ وہ ہیں جن میں ادب کوٹ کوٹ کے بھرا گیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سرکار کے پوچھنے میں حکمت کوئی نہ کوئی ضرور ہے۔

جب سرکار نے دوسرا سوال کیا تو ہم نے کہا۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

اللہ اور اُسکے رسول اللہ ﷺ بہتر جانتے ہیں۔

پھر رسول اکرم ﷺ نے تیسرا سوال کیا۔

اَتَدْرُوْنَ اَیُّ بَلَدٍ ھٰذَا تم جانتے ہو کہ یہ شہر کون سا ہے۔

اب سب کو پتہ ہے کہ یہ مکہ شریف ہے۔ اگر اُن میں ہمسری کرنے کا جذبہ ہوتا تو وہ بولتے کہ یہ فلاں شہر ہے اور اگر (معاذ اللہ) سوچ کچی ہوتی تو یہ بھی خیال آجاتا کہ شاید مجمع زیادہ دیکھ کر بھول گئے ہیں کہ شہر کون سا ہے۔

اب تو اس طرح کے نکمے امتی بھی آگئے ہیں جو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔

وہاں صحابہ کرام کا انداز ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ یہ شہر کون سا ہے۔ تو صحابہ کرام نے کہا۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ

(بخاری شریف: باب قول النبی ﷺ رُبَّ مُبَلَّغٍ اَوْعٰی من سامِعٍ ۱/۲۳۴)

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں۔

تو یہ صحابہ کرام کا انداز ہے کہ جس مقام پر انھیں پتہ بھی ہے جانتے بھی ہیں مگر پھر بھی عظمت کو ظاہر کرنے کیلئے جواب ایسا دیتے ہیں جس سے شان نکھر کے سامنے آجاتی ہے۔

اب یہاں دو پہلو ہیں کہ اگر صحابہ سرکار کے ساتھ برابری کرتے تو یوں کہتے کہ اے محبوب تم بھی جانتے ہو اور ہم بھی جانتے ہیں اس سے سرکار کے مقام کو نیچے لانے کی کوشش کرتے کہ اس کا ہمیں پتہ ہے تو آپ کو بھی اسکا پتہ ہوگا۔ یہ ہوسکتا تھا کہ ہم بھی جانتے ہیں اور آپ بھی جانتے ہیں مگر صحابہ کرام کہتے ہیں کہ اللہ بھی جانتا ہے اور آپ بھی جانتے ہیں۔

یعنی وہ شان رسالت کو کھینچ کے نیچے نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ شان رسالت کا مقام بلند بیان کرنا چاہتے ہیں۔

یہ ہوسکتا تھا کہ جب جواب آتا ہے تو وہ کہہ سکتے تھے کہ ہمیں بھی اسکا پتہ ہے۔ آپ کو بھی پتہ ہے مگر وہ کہتے ہیں کہ اے محبوب اللہ کو بھی پتہ ہے اور آپ کو بھی پتہ ہے، اللہ بھی زیادہ جانتا ہے آپ بھی زیادہ جانتے ہیں، لیکن یہ انداز صحابہ کرام کی گفتگو کا ہے کہ وہ منصب نبوت کو بولتے وقت یوں بیان کرتے ہیں۔

''کہ یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''۔

اسکو بیان کرتے وقت اپنے ساتھ نہ ملاؤ۔ رب ذوالجلال نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔

اسکے بعد اس طرح کی صورتحال بھی پیش ہوتی رہی کہ رسول اکرم ﷺ سے کوئی سوال کیا گیا تو آپ خاموش ہو گئے۔

آج کا ایک انداز جو معاذ اللہ کچھ لوگوں نے پیدا کر دیا ہے۔ باقاعدہ وہ تقریروں میں بیان کرتے ہیں کہ تم جس پیغمبر کے علم کے ترانے پڑھتے ہو اُن سے جب پوچھا گیا تھا تو وہ چپ ہو گئے تھے، یہ سوچ کمینی سوچ ہے اور یہ سوچ منصب نبوت کے بارے میں بے ادبی والی سوچ ہے اور ادھر صحابہ کرام کا انداز کیا ہے وہاں جو انداز ہے اللہ تعالیٰ نے وہی انداز آج بھی اہل حق کو عطا فرمایا ہے۔

5۔ کیفیات رسول اللہ ﷺ کی اعلیٰ تعبیر

رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ مِمَّا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِیْ مَایَفْتَحُ عَلَیْکُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِهَا

(بخاری شریف: باب الصدقة علی الیتامٰی، حدیث نمبر ۱۳۷۲)

مجھے اپنی امت پر جن باتوں کا خطرہ ہے وہ دنیا اور اُسکی زینت ہے۔

اسکے دروازے کھل جائیں گے، مجھے امت پر اسکا خطرہ ہے، شرک کا کوئی خطرہ نہیں۔

مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ

(بخاری شریف: باب الصلوٰۃ علی الشهید، حدیث نمبر ۱۲۵۸)

مجھے تم پر شرک کا کوئی خطرہ نہیں ہے۔

مجھے دنیا کے دروازوں کے کھل جانے کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب دنیا

www.SirateMustaqeem.net

آجائے گی تو کہیں اُس کی چمک میں امت ڈوب نہ جائے تو ایک آدمی نے عرض کیا۔

یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ اَوَیَاتِیْ الْخَیْرُ بِالشَّرِّ

کیا خیر سے بھی شر برآمد ہوسکتا ہے۔ دنیا میں رزق حلال اگر زیادہ آجائے گا تو اس کا خطرہ پھر کیا، چونکہ حرام کی تو بات ہی نہیں کی جارہی، چوری اور ڈاکے سے آنے والے مال کی بات نہیں کی جارہی کسب حلال سے رزق میں فراوانی ہوجائے گی۔

آج صفہ پہ جن کو کھانے کیلئے کچھ نہیں ملتا کل انہی لوگوں کے پاس لاکھوں ہزاروں دینار آجائیں گے اور پھر آگے امت میں جو مال آنے والا تھا اُس کا بیان کیا۔

صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مال تو خیر ہے کیا خیر سے بھی شر برآمد ہوسکتا ہے، جب صحابی نے یہ سوال کیا تو

فَسَکَتَ النَّبِیُّ ﷺ

رسول اکرم ﷺ خاموش ہوگئے۔

خاموش ہونے پر ایک ہے آج کے کند ذہن امتی کا تبصرہ اور ایک ہے صحابہ کرام کا تبصرہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایسے رسالت کے جو مقامات ہیں اس بارے میں یہ کہتا ہوں کہ ''یہ شانِ رسالت ﷺ ذرا ہوش سے بول''۔

یہاں بولتے وقت اپنے تبصرے مت جھاڑو جو سامنے بیٹھے تھے اُن سے پوچھو۔

جنہوں نے نبوت کا چمکتا چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور جن کے ذہن کے آنگن میں اُس چاند کی چاندنی براہ راست اترتی رہی ہے اُن صحابہ کرام سے پوچھو کہ وہ ایسے موقع کو سمجھتے تھے تو کیا سمجھتے تھے۔

جس وقت رسول اکرم ﷺ خاموش ہوگئے۔

www.SirateMustaqeem.net

آج جس وقت ایسی باتیں سنتے ہیں تو دانت کھٹے ہوتے جاتے ہیں اور باتیں آتی جاتی ہیں کہ تم یہ کہتے کہ اُن کا اتنا علم ہے۔ لیکن جب اُن سے سوال ہوا تھا تو وہ چپ ہو گئے تھے۔ آج اُن لوگوں کو بولتے وقت شرم نہیں آتی۔

اب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا انداز دیکھو کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ خاموش ہوئے تو کسی نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کا علم ہی تھوڑا سا ہے، صحابی نے سوال کیا اور نبی علیہ السلام چپ کر گئے ہیں، صحابی کو خیال تک نہیں آیا۔

جس وقت بولے ہیں تو عظمت نبی کو ظاہر کر کے بولے ہیں، چپ ہونے کو انہوں نے یہ نہیں سمجھا کہ آپ کو جواب دینے میں کوئی مشکل واقع ہو رہی ہے۔

جب رسول اکرم ﷺ خاموش ہوئے تو صحابہ کرام نے اُس سائل کو جھاڑا۔

قِيْلَ لَهٗ مَاشَانُكَ تُكَلِّمُ النَّبِيَّ ﷺ وَلَا يُكَلِّمُكَ

صحابہ نے اس آدمی سے جھگڑنا شروع کر دیا کہ تم کیسے ہو تم سے تو نبی علیہ السلام بولنا پسند ہی نہیں کر رہے لہٰذا تمہارے سوال میں کوئی کمی ہے۔ تمہارے انداز میں کوئی کمی ہے۔ تم بولتے ہو لیکن سرکار تم سے بولنا پسند نہیں کر رہے۔

اب اس میں صحابہ نے عظمت سرکار علیہ السلام کی ظاہر کی اور یقیناً وہ عظمت سرکار ہی کی تھی اور ہے، صحابہ کرام انداز بتا رہے تھے کہ امتی کا حق نہیں ہے کہ ایسے موقع پر اپنی زبان کھولے اور منصب نبوت پر تنقید کرنا شروع کر دے۔

صحابہ کرام کہتے ہیں کہ محبوب خاموش ہو گئے ہیں۔

تو اے سائل تیرا انداز ٹھیک نہیں ہے، تیرا سوال درست نہیں ہے، تجھ میں کوئی کمی ہے، تم سرکار سے بولتے ہو لیکن سرکار تجھ سے بولنا پسند نہیں کر رہے اور سرکار تیرے

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

سوال کو اس لائق نہیں سمجھتے کہ اسکا جواب دیا جائے۔

یہ صحابہ کرام کا انداز اور اپنے طور پر یہ تبصرہ واضح کر رہا ہے کہ "یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول"۔

رسول اکرم ﷺ کے چپ ہو جانے پر صحابہ کرام نے سائل کو جھڑکا کہ تمہارا سوال ٹھیک نہیں تھا۔ رسول اکرم ﷺ تو سائل کے دل سے واقف ہوتے ہیں اور سائل کی کیفیت سے واقف ہوتے ہیں، سائل کے پس منظر سے واقف ہوتے ہیں، اور ہر چیز کو سامنے رکھ کے پھر جواب دیتے ہیں اور کبھی چپ کر جاتے ہیں تو اس میں بھلا سائل کا ہی ہوتا ہے اگر بولا تو سب کچھ اسکا ظاہر ہو جائے گا۔ کبھی چپ کر جاتے ہیں تو قرآن کہتا ہے۔

يَعْفُوا عَنْ كَثِيْر

جب سرکار نہ بولیں تو معاف کر دیتے ہیں، یہ نہیں کہ جواب نہیں آتا معاف کر دیتے ہیں، یہاں پر صحابہ کرام نے شان نبوت کو بالکل بے غبار سمجھا ہے اور عظمت بیان کر رہے ہیں، صحابہ سمجھ رہے تھے کہ سائل کا سوال اچھا نہیں ہے۔

لیکن رسول اکرم ﷺ نے تھوڑی دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو آپ نے پوچھا۔

أَيْنَ السَّائِلُ

وہ سائل کہاں ہے۔

صحابہ کرام کہنے لگے اس سے ہمیں پتہ چلا کہ آپ نے سائل کے سوال کو پسند فرمایا ہے۔ چونکہ آپ نے سائل کو پیار سے آواز دی ہے، جو سر جھکایا تھا وہ اس لئے جھکایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے وحی کا پیغام نازل فرما دیا تھا۔

تو صحابہ کرام کا یہ عشق ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ سائل کے سوال میں کوئی کمی باقی رہ گئی

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

ہے، آپ اس کا جواب دینا پسند نہیں کر رہے۔

تو یہ ایک امتی پر لازم ہے کہ ایسے مقامات جس وقت آئیں تو یقیناً اُن میں کوئی عظمت موجود ہوتی ہے۔

یہ کوئی معمولی بات تو نہیں کہ عرش سے اتنا ڈائریکٹ (Direct) رابطہ ہو اِدھر سائل سوال کر رہا ہو اُدھر جبریل سدرہ سے نیچے آ رہے ہوں یہ تو محبوب علیہ السلام کا کمال ہے اور آپ کی شان ہے۔

لہٰذا صحابہ کرام یہ طریقہ سکھا رہے ہیں کہ سیرت نبی علیہ السلام کو پڑھتے وقت اور آپ کے بارے میں بولتے وقت انداز وہ ہونا چاہیے جو انداز اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو عطا فرمایا ہے۔

6۔ بظاہر تھوڑے کو زیادہ ماننا

اسی طرح صحابہ کرام نے ازواج مُطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے نبی علیہ السلام کی عبادت کے بارے میں پوچھا، کہ محبوب رات کو کتنی عبادت کرتے ہیں یعنی یہ اُن کو شوق ہے کہ نبی علیہ السلام کی گھر کی عبادت کیا ہے اُس کا بھی ہمیں پتہ ہوتا کہ ہم مزید عبادت کریں۔

حدیث کے الفاظ ہیں۔

فَلَمَّا اُخْبِرُوْا كَاَنَّهُمْ تَقَالُّوْهَا فَقَالُوْا اَيْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِيِّ ﷺ

(بخاری باب الترغیب فی النکاح ۲/ ۷۵۷)

جب انہیں خبر دی گئی تو ایسے لگا جیسے انہوں نے اس عبادت کو کچھ کم خیال کیا ہو پس

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

کہنے لگے کہاں رسول اللہ ﷺ اور کہاں ہم۔

اس کے بعد امتحان شروع ہوگیا اگر آج کا خشک امتی ہوتا تو جس وقت وہ بولتا تو وہ تنقید کرتا کہ یہ کیسے نبی ہیں رات کو اتنی عبادت ہی نہیں کرتے یہ کیسے ہیں ہم سمجھتے تھے کہ رات کو بڑی عبادت کرتے ہونگے اور یہ تو کوئی زیادہ عبادت نہیں ہے۔ ایسا لفظ انہوں نے نہیں بولا جس وقت انھیں عبادت کا پتہ چلا اور وہ عبادت ہے بہت بڑی عبادت چونکہ پاؤں پہ ورم آجاتے ہیں پاؤں سوجھ جاتے ہیں، مگر صحابہ کرام کے ذہنوں پر نبی علیہ السلام کے تقوے کا جتنا اثر ہے صحابہ اپنے طور پر اور بھی سوچے ہوئے تھے لیکن جب اپنی سوچ کے مکمل مطابق انھیں جواب نہیں ملا تو اُن کے ذہنوں نے اسکا کیا نتیجہ نکالا وہ آپس میں بیٹھ کر کہنے لگے۔

بھائیو!

وہ تو اللہ کے محبوب ہیں آپکی اتنی بھی بہت زیادہ ہے، ہمیں کچھ اپنے بارے سوچنا چاہیے، یہ اُن کا انداز ہے کہ وہ اللہ کے محبوب ہیں، اُن کا مقام رب کے دربار میں بہت بڑا ہے۔

ایک آدمی بارہ گھنٹے کام کرتا ہے وہ کسی کا نوکر ہے اور دوسرا آدمی وزیر ہے اُسکے ساتھ کرسی پہ بیٹھتا ہے، گھنٹہ یا دو گھنٹے بادشاہ کے ساتھ بیٹھتا ہے اُس وزیر کا گھنٹہ یا دو گھنٹے بادشاہ کے ساتھ بیٹھ جانا اُس نوکر کے بارہ گھنٹوں سے زیادہ مقام رکھتا ہے۔

اللہ کے جو وزیر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہیں اُن کے عمل کی ویلیو (Value) اور ہے اور عام بندے کے عمل کی ویلیو اور ہے اس کے بتانے کا مقصد یہ ہے کہ جب صحابہ کرام کے سامنے مشکل مقام آیا تو رسولِ اکرم ﷺ کی ذات کے بارے میں فوراً یہ

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

تبصرہ کیا کہ یہ نبی علیہ السلام کی عبادت ہے اتنی بھی بہت زیادہ ہے۔

اور ہمیں مزید بندگی کرنی چاہیے کیونکہ ہمارا درجہ اللہ کے دربار میں وہ نہیں ہے جو رب نے اپنے محبوب کی اداؤں کو عطا فرمایا ہے۔

یہاں میں وضاحت کردوں حقیقت میں وہاں قلت نہیں تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ جو عمل فرماتے تھے اسمیں دوام ہوتا تھا صحابہ کے الفاظ ان معمولات کے لحاظ سے دوام کا تصور کیے بغیر تھے ورنہ دوسری جگہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف رسول اللہ ﷺ کی گھر کی بندگی ایسی بیان کی گئی جس میں عقلیں حیران ہیں اور انہوں نے فرمایا

اَیُّکُمْ یُطِیْقُ مَا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ یُطِیْقُ (بخاری شریف ۱/۲۶۷)

تم میں سے کس کی طاقت رسول اکرم ﷺ جتنی ہے یعنی کسی کی نہیں۔

یہ شان رسالت ذرا ہوش سے سوچ:

آپ ﷺ کے خطبہ میں اتنی مٹھاس تھی کہ کسی آدمی کی تقریر پر اتنے لوگوں نے کلمہ نہیں پڑھا جتنا رسول اکرم ﷺ کی تقریروں پر لوگوں نے کلمہ پڑھا ہے جو توحید کا نور پھیلا اور قیامت تک پھیل رہا ہے، یہ رسول اکرم ﷺ کے اُس انداز کی وجہ سے ہے، یہ سرکار کی شان ہے کہ آپ بتوں کی مذمت کرنے والے ہیں اور یہ آپ کا کمال ہے کہ اُس بت پرستی کے ماحول میں آپ نے تقریریں کیں، اور وہاں پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے جھنڈے لہرائے ہیں۔

بات سچی ہے مگر یہی بات کفار نے کہی۔

قرآن مجید میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ بتوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں بتوں

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

کی مذمت کرتے ہیں، یہ بات کفار نے اپنے لہجے میں کی، لہجہ کیا تھا؟ اُن کا لہجہ استفہامیہ انداز کا تھا۔

یوں سمجھو کہ

رسول اکرم ﷺ کسی گلی سے گذر رہے تھے اور قریش کہیں اپنے ڈیرے پر بیٹھے تھے، جب سرکار گذرے دور دور تک یہ شہرہ ہو چکا تھا کہ نبی آخر الزمان ﷺ بتوں کے زبردست خلاف ہیں، کچھ لوگوں کو قریش میں سے پتہ تھا اور کچھ لوگوں کو ابھی تک پتہ نہیں تھا۔

جب محبوب علیہ السلام گذرے تو ایک اُن میں سے بولا۔

اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ

یہ ہے وہ جو بتوں کو گالیاں دیتا ہے۔

یہ ہے وہ جو تمہارے خداؤں کے خلاف بولتا ہے۔

یہ ہے وہ جو ہمارے خداؤں کو کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ اب یہ بات تو سچی ہے کہ نبی علیہ السلام بتوں کے خلاف تقریریں کرتے ہیں اور بتوں کی مذمت کرتے ہیں، مگر اُن کا انداز توہین والا ہے کہ

اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ (سورۃ الانبیاء آیت ۳۶)

کیا یہ ہیں وہ جو ہمارے بتوں کو گالیاں دیتے ہیں۔

وہ سمجھتے تھے کہ کہاں ہمارے بتوں کی شانیں اور کہاں یہ خلاف ورزی کرنے والا، کہاں ہمارے بتوں کا مقام اور کہاں یہ انسان جو ہمارے اُن بتوں کی مخالفت کر رہا ہے، یہ کب اُن بتوں کا رستہ روک سکے گا، یہ انداز اُن کا توہین والا تھا۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

ھمزہ استفہام کے بعد والا کلام ھٰذَا الَّذِی یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ سو فیصد سچا ہے، مگر جب انداز ایسا تھا تو اللہ نے اُن کی بات کو کیا کہا کہ قریش کیا کر رہے ہیں، مشرک کیا بولتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذَا رَاٰکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا

میرے محبوب جب کافر تجھے دیکھتے ہیں تو یہ تمہارا مزاق اڑا رہے ہیں، جب دیکھا تجھے اے محبوب کافروں نے

اَنْ یَّتَّخِذُوْنَکَ اِلَّا ھُزُوًا (سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۳۶)

انھوں نے تمہارا مذاق اڑایا ہے کس چیز کو مذاق کہا وہ سچی بات جو استفھامیہ انداز میں کی گئی تھی۔

وہ سچی بات جس کا انداز صحیح نہیں تھا، وہ سچی بات جو بیان کرنے والے ہیں غلط انداز میں بیان کی ہے تو قرآن اس کو ثابت کر رہا ہے اگر سچی بات کو گستاخانہ لہجے میں بیان کیا جائے تو اللہ کا قرآن کہہ رہا ہے کہ اُس بندے نے شانِ رسالت کو بیان نہیں کیا۔ وہ سرکار کی ذات سے مذاق کر رہا ہے۔

کس چیز کو ھزواً کہا گیا یہ اَھٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِھَتَکُمْ کا بیان ہے، نبی علیہ السلام کو دیکھ کر جس وقت کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ ہیں وہ جو بتوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور اُنھوں نے سرکار کو (معاذ اللہ) چھوٹا ثابت کرنا چاہا اور اپنے بتوں کو بڑا ثابت کرنا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب یہ تمہارا مذاق کر رہے ہیں۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹۴)

مگر میرے محبوب گھبرانے کی کوئی بات نہیں میں ان سے ایک ایک بات کا حساب لینے والا ہوں۔

پتہ چلا کہ شان رسالت اتنا نرم مقام ہے اور اتنا نازک مسئلہ ہے کہ سچی بات کو بیان کرتے ہوئے انداز گستاخانہ آجائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تم اس کو خطبہ نہ کہو اسکو تقریر نہ کہو اس کو شریعت کا بیان نہ کہو، یہ مذاق ہے جو میرے محبوب علیہ السلام کی ذات گرامی کے بارے میں کیا جارہا ہے۔

یہ تو پھر بھی انداز میں کجی ہے لیکن اگر دل میں بُرا خیال آئے گا تو بندہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

یعنی اُس کے ایمان کی حیثیت جاتی رہے گی۔ کوئی حیثیت اُسکی باقی نہ رہے گی۔

شان رسالت کے متعلق حوالہ جات پیش کررہا ہوں یہ اس وقت ایک سوغات ثابت ہوگی دور دور تک اس کے اثرات مرتب ہونگے۔

7۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میلی سوچ بربادی ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ مسجد میں آئیں اور نبی علیہ السلام مسجد میں اعتکاف فرمارہے تھے۔ رات کا وقت تھا یعنی اندھیرا چھا چکا تھا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھانا دینے یا کسی کام کیلئے آئیں جس وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رخصت ہونے لگیں تو مسجد کی حد کے اندر ہی اپنی اھلیہ محترمہ کو رخصت کرنے کیلئے تشریف لے گئے اور مسجد کے صحن میں حضرت صفیہ رضی

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

اللہ عنہا کے پاس کھڑے ہو گئے۔

فَمَرَّ بِهٖ رَجُلَان

دو انصاری صحابہ کا گذر ہوا۔

جب وہ وہاں سے گذرے تو سرکار ﷺ نے انھیں دیکھ لیا کہ ان دونوں نے مجھے اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک عورت کے پاس کھڑا ہوں تو آپ نے فرمایا۔

عَلٰی رِسْلِکما

تم دونوں یہیں ٹھہر جاؤ۔

اِنَّمَا هِیْ صَفِیَّة

(بخاری شریف۔باب هل یَخْرُجُ المعتکف لحوائجه اِلٰی باب المسجد حدیث نمبر ۱۸۹۴)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہاری امی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں خود اس کی وضاحت کرنا چاہی کہ یہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔

فَقَالَا سُبْحَانَ اللّٰهِ

تو اُن دو انصاری صحابہ نے کہا سبحان اللہ۔

اے محبوب ہمارے لئے اس وضاحت کی ضرورت کیا تھی، ہم کیا آپ کی ذات کے بارے میں کچھ سوچ سکتے تھے، کیسے ہمارا ضمیر گوارا کر سکتا تھا کہ آپ کا کلمہ بھی پڑھیں اور آپ کے بارے میں نازیبا بھی سوچیں۔

سُبْحَانَ اللّٰه

اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے۔

یہ ہے شان رسالت کہ جہاں سن کے سبحان اللہ کہا جاتا ہے۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

www.SirateMustaqeem.net

www.SirateMustaqeem.net

اِنَّمَا هِیَ صَفِیَّہ

یہ حضرت صفیہ ہیں، تو اُن دونوں نے تعجب سے کہا سبحان اللہ حضور ہمارے لئے اس وضاحت کی ضرورت نہ تھی، ہم تو آپکو جاننے والے ہیں، ہم تو سوچ نہیں سکتے تھے کہ کوئی اور عورت ہو، اور سرکار اُس کے پاس کھڑے ہوں، ہم یہ خیال بھی نہیں کر سکتے تھے۔

چونکہ میرے محبوب علیہ السلام کی نگاہ دیکھنے والی تھی میں تو کہتا ہوں۔

تیری نظر خار زار شب میں گلاب تحریر کر چکی تھی
اجاڑ نیندوں کے خواب میں انقلاب تحریر کر چکی تھی
میرے ذھن کے فلک پر سوال چمکے تو میں نے دیکھا
تیرے زمانے کی خاک اُن کے جواب تحریر کر چکی تھی

اسکا مطلب کیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم ٹھیک ہو مگر مجھے قیامت تک منبروں پہ بیٹھے ہوئے کچھ ملاں نظر آرہے ہیں اور مجھے قیامت تک گلیوں کے تھڑوں پر بیٹھے ہوئے کچھ مشٹنڈے نظر آرہے ہیں جن کو شان نبوت کے بارے میں بولتے وقت حیا نہیں آئے گی، میں اس کی وضاحت اس لئے کر دینا چاہتا ہوں تا کہ اس سے وہ سبق سیکھیں۔

اس سے میرے صحابہ مجھے تم سے خطرہ نہیں ہے خطرہ اُن سے ہے جو مجھے نہیں دیکھ سکیں گے اور پھر باتیں ایسی کریں گے۔ میرے آقا علیہ السلام فرمانے لگے۔

اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنْ اِبْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ

شیطان بڑا خبیث ہے۔

یہ وہاں جاتا ہے جہاں خون جاتا ہے۔ انسان کے اندر اتنا شیطان سرایت کر جاتا ہے۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

مَجْرَی الدَّمِ

خون کی دین (Vein) یعنی رگ میں اور پھر پورے بدن میں چکر لگاتا ہے اور انسان کے اندر بڑی گندگی ڈال دیتا ہے۔ تم سچے ہو مگر قیامت تک کے خطرے بھی تو سامنے ہیں، وہاں جو بے حیاء سوچ ہوگی، اُس کو بھی تو سمجھانا مقصود ہے۔

میرے صحابہ میں اس لئے بولا ہوں کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہو جاتا ہے۔

فَخِفْتُ اَنْ یَّقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِکُمَا شَیْاءً فَتَھْلِکَا

مجھے خطرہ ہے کہ یہ شیطان جو خون میں شامل ہو جاتا ہے کہیں تمہارے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔ زباں پر نہیں

فِیْ قُلُوْبِکُمَا

تمہارے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔

اگر تم میرے بارے میں دل میں سوچو گے یا قیامت تک کوئی امتی میرے بارے میں نازیبا سوچے گا تو پھر کیا ہوگا۔

فَتَھْلِکَا (کشف الغمہ :۱/۳۵۵)

پھر تم ہلاک ہو جاؤ گے۔

میں نے اس لئے وضاحت کی کہ یہ صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں کہ شیطان خون میں داخل ہو جاتا ہے اور بندے کیلئے کئی خیال لا سکتا ہے۔ اگر میرے بارے میں تمہیں کوئی نازیبا خیال آ گیا تو تم دونوں ہلاک ہو جاؤ گے تمہارا ایمان سلامت نہیں رہے گا اور قیامت تک کے لوگوں کو سمجھانا مقصود تھا۔

www.SirateMustaqeem.net

صحابہ کرام تو سہارا ہیں اور وہ پل کی حیثیت رکھتے ہیں جن سے شریعت ہماری

طرف گذر کے آرہی ہے۔اس واسطے خطاب اُن کو کیا۔اُن کے دماغ بڑے پاک ہیں اُن سے ہوکر بات ہم تک پہنچنے والی تھی اس واسطے فرمادیا کہ اگر شیطان کی وجہ سے ایسا خیال آ گیا تو پھر اس کا انتظار نہیں ہوگا کہ تم زبان سے بولتے ہو یا نہیں بولتے۔

جونہی دل میں خیال آتا جائے گا ہلاکت آتی جائے گی ایمان لٹ جائے گا۔عقیدہ مٹ جائے گا۔عظمت ختم ہوجائے گی۔

''یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول''۔

اس سے آگے بھی شان رسالت یہ ہے کہ

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے سوچ

یہاں تصور کرتے وقت بھی پہلے اپنے دماغ کو وضو کرانا پڑے گا، اپنے خیال کو اعتکاف کروانا پڑے گا۔اپنے تصور کو احرام باندھوانا پڑے گا اور اپنی سوچ کو تقدس کا غسل دیکر اُسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار کی طرف سے جانا پڑے گا کیونکہ یہاں پر اگر کچھ بھی نازیبا خیال آ گیا تو اسی سے تم ہلاک ہو جاؤ گے۔یعنی ہلاکت ایمانی ہوجائے گی۔

www.SirateMustaqeem.net

اس سے پتہ چلا کہ شان رسالت کا معاملہ بڑا ہی نرم ہے۔بڑا ہی نازک ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ایسی سوچ پر بھی پابندی لگانے کیلئے صحابہ کے سامنے وضاحت فرمادی کہ یہ موقع ایسا بن گیا ہے کہ سوچ انسان کو آسکتی ہے۔میں فوراً بولا ہوں کہ میں چپ رہوں ادھر سوچ آجائے اور پھر تمہارے ایمان کا خاتمہ ہو جائے اور بعد میں بولوں نہیں میں فوراً بولتا ہوں تا کہ ایسی نوبت ہی نہ آئے۔

کیونکہ میرے بارے میں اتنا سا نازیبا خیال کہیں آجائے گا تو پھر وہاں ایمان نام

کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی۔

شان رسالت کا یہ بڑا اہم اور بڑا عظیم مسئلہ ہے اور یہ ایک سوغات ہے اور جس وقت آج ماحول میں بے ادبی کے دھوئیں اُٹھ رہے ہیں۔ اپنے ماحول کی صفائی ضروری ہے تا کہ غیروں کو پتہ چلے کہ کتنا خوبصورت تصور ہوتا ہے جب یہ سرکار ﷺ کے بارے میں سوچ رہے ہوتے ہیں۔

کچھ لوگوں نے کچھ الفاظ کو آڑ بنالیا اور اُس آڑ میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

8۔ لَھُو کا معنی کرنے میں ہوش

مثال:۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توبہ واستغفار کرنا اس کو کچھ لوگوں نے آڑ بنالیا کہ جس وقت سرکار ﷺ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کہتے ہیں کہ میں مغفرت چاہتا ہوں۔ تو پہلے (معاذ اللہ) کوئی گناہ کیا ہوگا پھر ہی مغفرت چاہ رہے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوجہم صحابی نے نقش و نگار والی نئی چادر پیش کی تھی جب رسول اکرم ﷺ نے وہ چادر اپنے اوپر اوڑھی اور نماز ادا کی جس وقت نماز سے فارغ ہوئے۔ تو ارشاد فرمایا:

اِذْھَبُوْا بِقَمِیْصِیْ ھٰذِہٖ اِلٰی اَبِیْ جَھْمٍ وَاْتُوْنِیْ بِاَنْبِجَانِیَّۃ

یہ چادر ابوجہم کو واپس کردو اور میری چادر جو انجانیہ ہے یعنی سادہ چادر جس پر نقش و نگار بنے ہوئے نہیں ہیں وہ لے آؤ۔

آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّهَا اَلْهَتْنِیْ اٰنِفًا عَنْ صَلَاتِیْ

(بخاری شریف باب اذا صلّٰی فی ثوب له اعلام ونظر الی عَلَمِهَا حدیث نمبر ۳۶۰، جلد نمبر ا ص، ۵۴)

''اس نقش ونگار والی چادر نے ابھی میری توجہ نماز سے ہٹائی ہے''۔

اسواسطے میں یہ چادر نہیں اوڑھوں گا یہ چادر ابو جہم کو واپس دے دو اور اُن سے میری سادہ چادر لے آؤ۔

یہ چادر انھیں کی تھی تو آپ نے فرمایا کہ انھیں کو ہی چادر واپس کردو۔ یا اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ریشم کا جبہ دیا تھا انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ریشم تو پہننا حرام ہے آپ مجھے کیوں دے رہے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا پہننا حرام ہے۔ لیکن اسکا بیچنا تو حرام نہیں ہے۔ تم یہ کپڑا آگے بیچ سکتے ہو، تو ایسی ہی صورتحال یہاں بھی تھی۔

یعنی اس سے یہ مقصد نہیں تھا کہ ابو جہم یہی چادر پہن کر نماز پڑھیں یا تو اُنھیں کی طرف سے تحفہ تھا انھیں واپس کردیں یا پھر ویسے دی ہے کہ وہ بیچ سکتے ہیں۔

بہرحال سرکار ﷺ نے کہا میں تو اپنی سادہ چادر پہنوں گا، کیوں؟

اس لئے کہ اس نے نماز میں خلل پیدا کیا ہے۔

یہاں پر ایک عام سی سوچ کہ نماز پڑھتے پڑھتے چادر کے نقش ونگار پر درمیان میں رکاوٹ آگئی، ہم تو ایسی چادروں میں پڑھ لیتے ہیں کچھ بھی نہیں ہوتا، اب تو مسجد میں بھی نقش ونگار ہوتا ہے اور مصلّے پر بھی نقش ونگار ہوتا ہے ایک سوچ کا یہ انداز ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ معاذ اللہ ہماری روحانیت تیز ہے۔ ہم تو نقش ونگار والی ایسی

چیزوں میں پڑھ لیتے ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ہوتا اور نبی علیہ السلام نے نقش و نگار والی چادر اتار دی۔

اَلْھٰتِنِیْ

اس چادر نے میری نماز میں خلل ڈالا ہے۔

ان الفاظ کو آڑ بنا کے پھر لوگ نیا بکھڑا اس نکالنا شروع کر دیتے ہیں۔ کہ وہ ہم جیسے ہیں اور ہم اُن جیسے ہیں وہ بھی بھول جاتے ہیں اور ہم بھی بھول جاتے ہیں، اُن کی توجہ بھی بٹ جاتی ہے ہماری توجہ بھی بٹ جاتی ہے۔ ہم میں اور اُن میں فرق کیا ہے۔ بس اتنا فرق ہے کہ اُن پر وحی اترتی ہے ہم پر وحی نہیں اترتی۔

اب اَلْھٰتِنِیْ والا انداز سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ایک ہے طے شدہ حقیقتیں اور ایک ہے درمیان میں وضاحت کی چیزیں۔

حضرت امام نور الحق دہلوی فرمانے لگے اس کی شرح کرتے ہوئے۔

''وآنکہ حال آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالی تر از آنست''

''کہ چیزی اورا حضوری کہ در نماز داشت باز داشتہ باشند''

ہمارے محبوب علیہ السلام کا مقام اس سے کروڑ درجہ اوپر ہے کہ کوئی چیز آپ کو اللہ کے دربار سے پیچھے ہٹا سکے۔ چادر تو کیا اگر ہزار بندہ آ کر درمیان میں حجاب بننا چاہیے اور سرکار کو جو اللہ کے دربار میں حضوری حاصل ہے ہزار بندہ خلل نہیں ڈال سکتا چادر خلل کہاں ڈال سکتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا جو مرتبہ ہے اُس کے لحاظ سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس حضوری میں خلل ڈال سکے پھر کہنے لگے کہ اس حدیث کی شرح یوں کی جا سکتی ہے۔

''کہ حضور حق را مراتب و درجات غیر متناھی است''

اللہ کے حضور میں حاضر ہونے کے درجات اور مراتب غیر متناھی ہیں۔

یہ نہیں کہ وہ ایک ہزار ہیں یا ایک لاکھ ہیں ایک کروڑ سے بھی زیادہ ہیں۔

حضوری کے درجات غیر متناہی ہیں۔

حضرت شیخ نور الحق دہلوی فرماتے ہیں کہ اللہ کے دربار کی حضوری کے درجات اربوں ہیں۔

وآن مرتبہ کہ خاصہ آن حضرت بود

اور ہمارے محبوب علیہ السلام کی حضوری کا جو درجہ ہے۔

اگر از آں جا تنزل نماید

اگر سرکار اُس درجے سے نیچے بھی کچھ آجائیں یعنی حقیقی درجے سے سرکار کچھ نیچے آجائیں۔

ہنوز در جائی خواہد بود کہ مقربان دیگر بصد جہد

وفناء عمرہای دراز آنجا نرسیدہ باشند

(تَیْسِیْرُ الْقَارِیْ ۱/۱۴۶)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ کے قرب میں درجات ہیں وہ غیر متناہی ہیں۔ اگر اُس چادر کی وجہ سے سرکار کا تنزل ہوا ہو تو پھر بھی اُس مقام پر اللہ کے قرب میں ہیں کہ بڑے بڑے صالحین ساری عمریں صرف کر کے حضوری کے اُس درجے تک نہیں پہنچ سکتے جس درجے پر سرکار نقش و نگار والی چادر پہن کر موجود ہیں۔

عام لوگوں کی حیثیت عام جیسی ہے۔

مثال کے طور پر ایک ارب درجے ہوں تو ہم جیسوں کو اُن میں سے ایک درجہ

www.SirateMustaqeem.net

www.SirateMustaqeem.net

حاصل ہے اور ہمارے محبوب علیہ السلام کو حضوری کے اربوں درجے حاصل ہیں اور سرکار یہ چاہتے ہیں کہ رب کے دربار میں اُن اربوں درجوں میں سے اگر کسی وجہ سے ایک درجہ بھی کم ہو تو یہ مجھے منظور نہیں ہے۔ اگر چہ کم ہو جانے کے بعد بھی حالت ایسی ہے کہ ساری دنیا کے درجات اکٹھے کر لئے جائیں پھر بھی سرکار کے حضوری والے درجے تک نہیں پہنچ سکتے۔

یہ اس حدیث شریف کی حقیقت ہے جس کو حضرت امام نور الحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر صالحین نے بیان کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت کو سمجھنا ہے تو اس کی مثال یوں سمجھ لو۔

ایک ہے عینک کا شیشہ اور ایک ہے دروازے کا شیشہ دروازے کے شیشے کے داغ کی اور حیثیت ہے۔ عینک کے شیشے کے داغ کی اور حیثیت ہے یہاں چھوٹا بھی بڑا لگتا ہے وہاں بڑے نشان پر بھی گزارا ہو جاتا ہے۔

ہم جیسے وہ شیشہ رکھتے جو شیشہ ہے کسی شوکیس کا جو شیشہ ہے کسی دروازے کا اور نبی علیہ السلام کے تقوے کا وہ شیشہ ہے جو آنکھ کے شیشے سے بھی کروڑ درجہ لطیف ہے لہٰذا وہاں پر معمولی سے نقش و نگار کو بھی اپنی شایان نہیں سمجھتے اُس کو دور کرنا چاہتے ہیں۔

دوسری طرف ہم ہیں، ہمارا رب کے دربار میں حضوری کا کوئی مقام ہی نہیں ہے اس کے باوجود نقش و نگار میں لگے ہوئے ہماری حیثیت اور طرح کی ہے اور سرکار کا قرب اور طرح کا ہے۔

اب جس وقت سوچا اور غور و فکر تدبر و تفکر کیا تو اَلْهٰتِنِیْ سے سرکار کی فضیلت کا پتہ چلا ،سرکار کی عظمت کا پتہ چلا۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

www.SirateMustaqeem.net

www.SirateMustaqeem.net

اب لفظ یہی ہیں لیکن اس کو دوسرا طبقہ (معاذ اللہ) سرکار کو عام سا انسان سمجھنے کیلئے واضح کر رہا تھا۔ لیکن حق والوں نے پڑھا تو پتہ چلا کہ یہاں تو خاص الخاص مقام کی بات ہو رہی ہے۔

9۔ استغفار کا معنی کرنے میں ھوش

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توبہ و استغفار کی اہمیت کو بیان کر رہے تھے کہ توبہ و استغفار کرنی چاہیے تو آپ نے لفظ کیا ارشاد فرمائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمانے لگے۔

اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ

میرے دل پہ پردے پڑ جاتے ہیں۔

وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِأَۃَ مَرَّۃٍ

(مسلم شریف باب الاستحباب الاستغفار والاستکثار منہ حدیث نمبر ۴۸۷۰)

میں دن میں سو بار استغفار کرتا ہوں۔

ایک انداز اس کو ظاہری طور پر سمجھنے کا ہے۔

جنہوں نے بخاری کا ترجمہ بغل میں رکھا ہوا ہے اور دین کی دانش کی نمائندگی کرنا چاہتے ہیں، لوگوں سے کہیں گے لوگو دیکھو اس نبی کو سو مرتبہ دن میں استغفار کی ضرورت پڑ جاتی ہے۔ (معاذ اللہ)

پھر کہتے ہیں کہ کوئی گناہ تھا تب ہی مغفرت کر رہے ہیں (معاذ اللہ)

ورنہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ کیسے کہتے۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

www.SirateMustaqeem.net

یہ اس لئے ہے کہ دل پہ گناہوں کے پردے پڑھ گئے ہیں (معاذ اللہ)

یہ سوچ گستاخانہ سوچ ہے۔ جو ایسے سہارا بنا کر اپنے مطلب اور دھندے کو پورا کرنا چاہتے ہیں، لیکن جس وقت صحابہ کرام سے پوچھو گے تابعین سے پوچھو گے، تبع تابعین سے پوچھو گے نہیں تو پنجاب کے داتا صاحب سے پوچھو گے تو پتہ چلے گا یہاں تو سرکار کی عظمت کا اظہار ہو رہا ہے۔

آج کل کالجوں یونیورسٹیوں میں ڈیڑھ ڈیڑھ آنے کے بعض پروفیسر ایسی باتیں اُٹھائے پھرتے ہیں۔

اُن کو پتہ ہی نہیں کہ منصب نبوت ہے کیا اور ہم بول کس کے بارے میں رہے ہیں، یہ تقریریں اور لیکچر ہو رہے ہیں کہ دیکھو دن میں سو بار توبہ کرتے تھے۔ توبہ سے پہلے گناہ کا ہونا ضروری ہے۔ تو معاذ اللہ دن میں کئی گناہ ہو جاتے تھے۔ پھر توبہ کرتے تھے، یہ تقریریں سکولوں اور کالجوں میں کی جا رہی ہیں، کچھ ہوس پرست پروفیسر و استاذ جو مختلف باطل پرستوں کے ایجنٹ ہیں اور ہماری ملت کے بیٹوں کو خراب کرنا چاہتے ہیں۔

سنو!

اگر تم نے حدیث سمجھنی ہے تو داتا علی ہجویری علیہ الرحمۃ کی دہلیز پہ جانا پڑے گا، داتا صاحب بیان کریں گے۔

یہ شان رسالت ہے ذرا ہوش سے بول۔

تھڑے پہ بیٹھے ہوئے فیکٹری میں بیٹھے ہوئے دوکان میں بیٹھے ہوئے ایک عام انسان کو داتا صاحب سمجھا رہے ہیں کہ یہ شان رسالت ہے کسی چھوٹے بندے کی بات نہیں ہے۔ یہاں پر جس جہت سے دیکھو گے تو عظمت کا ایک نیا جہان نظر آئے گا۔

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

کشف المحجوب میں داتا علی ھجویری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

توبہ کی اقسام۔

توبہ برسہ گونہ باشد

توبہ کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم

www.SirateMustaqeem.net

یکی از خطا با صواب

ایک توبہ ہے کہ غلطی سے توبہ کر کے صحیح کام کرنا۔

یعنی خطا کو چھوڑنے کی توبہ کرنا۔

دوسری قسم

یکے از صواب با صواب

دوسری توبہ ہے کہ درست کو چھوڑ کے درست کرنا۔

یعنی ایک درست کو چھوڑا ہے تو دوسرا درست شروع کر دیا ہے۔

پہلی قسم یہ تھی کہ غلطی چھوڑ کر درست کام شروع کیا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ درست کو ہی چھوڑ کر درست کام شروع کر دیا۔

تیسری قسم کونسی ہے۔

از خودی خود بحق تعالیٰ

اپنے خیال سے توبہ کر کے رب کے خیال میں ڈوب جانا، یعنی اپنی خودی سے توبہ کر کے، اپنے آپ سے توبہ کر کے، اپنے خیال سے توبہ کر کے، اپنی ذات کی فکر سے توبہ کر کے اپنے رب کے جلوؤں میں مست ہو جانا۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تین قسموں پر دلیل دی ہے۔

قرآن سے بھی اور حدیث سے بھی۔

یہ صوفی ہوتا ہے جو اتنے بڑے علم کا خزانہ ہوتا ہے۔ اتنا بڑا قرآن وسنت کا ماہر ہوتا ہے، اتنا بڑا مفکر اور محدث ہوتا ہے کہ وہ جو لفظ زمانے میں حجاب اکبر بن رہے ہوں اُن الفاظ سے حجاب کو دور کر کے علم کا صحیح چہرہ دکھاتے ہیں۔

اب جو کہہ رہے تھے کہ کوئی گناہ ہے تو پھر توبہ کی ہے۔ وہاں علم پردہ بن گیا اور حجاب بن گیا۔

یہ داتا صاحب کی روحانیت ہے کہ علم والے حجاب کو دور کر کے حقیقی علم کا چراغاں کرنے والے ہیں۔

توبہ کی پہلی قسم: از خطاب بصواب

خطا سے توبہ کر کے صواب کی طرف آنا۔

مثال:۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ

(سورۃ آل عمران آیت نمبر ۱۳۵)

وہ لوگ جو کوئی فحش کام کر بیٹھیں یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھیں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اب یہاں پر توبہ کس بارے میں استعمال ہوا کہ غلطی کو چھوڑنا اور درست کام کرنا۔

توبہ کی دوسری قسم

ازصواب باصواب

صواب سے صواب کی طرف توبہ کرنا۔

مثال:۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہ تشریف لے گئے تھے۔

جب اَرِنِیْ کہا تو جواب لَنْ تَرَانِیْ کی صورت میں ملا

ایک جلوہ اللہ نے طور پہ گرایا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر زمین پہ گر پڑے تھے۔

قرآن کہتا ہے کہ جس وقت انھیں ہوش آیا تو کیا بولے۔

تُبْتُ اِلَیْکَ (سورۃ الاعراف آیت:۱۴۳)

اے اللہ میں نے توبہ کی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توبہ کا جو لفظ بولا داتا صاحب فرماتے ہیں۔

ازصواب باصواب

یہ وہ غلطی سے توبہ نہیں تھی یہ ایک درست کام سے توبہ تھی۔

درست سے درست کی طرف توبہ تھی۔

اس کا کیا مطلب بنا داتا صاحب فرمانے لگے۔

ھمہ عالم اندر حسرت رُویت خداوند اند

ساری دنیا اللہ کے جلوؤں کو ڈھونڈھتی پھر رہی ہے۔

موسیٰ ازاں توبہ کرد

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام توبہ کر گئے کہ میں اب اَرِنِیْ نہیں کہوں گا۔ اے اللہ مجھے

دیدار عطا کر دے اب میں یہ نہیں کہوں گا۔ جس کو سارا جہان ڈھونڈھتا ہے اُس بات سے توبہ کر رہے ہیں وہ غلطی نہیں تھی لیکن اُس کو چھوڑا کیوں ہے۔

چھوڑا اس لئے ہے کہ اے اللہ مجھے پتہ چل گیا کہ دوستی میں اپنا اختیار برتنا جائز نہیں ہے۔ جب تو نے مجھے اپنا بنایا ہے تو مجھے چاہیے تھا باقی ہر کام جب میں نے تیری مرضی پہ چھوڑا ہے تو دیدار والا کام بھی تیری مرضی پہ چھوڑ دوں۔

مرضی ہے دیدار کرا، مرضی ہے تو دیدار نہ کرا۔

تو جو پہلی حالت تھی کہ میں نے دیدار مانگا تھا اُس سے تائب ہو گیا ہوں۔ اب کبھی بھی دیدار نہیں مانگوں گا یہ تیری مرضی ہے کہ تو کب اپنا دیدار کرائے گا۔

قرآن میں تُبتُ کا لفظ تو آ گیا مگر وہ غلطی سے توبہ نہیں بلکہ درست سے توبہ ہے، ایک درست کام سے دوسرے درست کام کی طرف جانے کا نام توبہ ہے۔

داتا صاحب فرماتے ہیں کہ دیکھ لو گناہ کوئی نہیں لیکن توبہ کا لفظ موجود ہے۔

توبہ کی تیسری قسم:۔

ازخودی خود بحق

اپنے آپ سے توبہ کر کے رب کے دیدار میں ڈوبتے رہنا۔

یہ تیسری توبہ ہے اسکا مرتبہ دوسری قسم سے بھی بڑا ہے۔

تو مطلب یہ بنے گا۔

اِنَّہ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ

میرے رب امت کی بھی سوچتا ہوں، اُس وقت تیری طرف خیال نہیں ہوتا، امت کی سوچ تیرے حکم سے ہے مگر ہے تو مخلوق کی سوچ امتی کی بہتری کیلئے سوچتا

ہوں، اُمت کے مسائل سنتا ہوں اُن کو جواب دیتا ہوں، اُمت کے مستقبل کیلئے پلاننگ کرتا ہوں امت کی قیامت تک کی مشکلیں حل کرنے کیلئے سوچتا ہوں تو یہ وہ پردہ ہے جس سے خیال امت کی طرف چلا جاتا ہے۔

وَاِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ مِأَۃَ مَرَّۃٍ

تو میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں کہ جب اپنے خیال میں اور امت کے خیال میں ہوتا ہوں پھر اس کو ترک کر کے اللہ کے خیال میں چلا جاتا ہوں۔

پہلے نہ کوئی صغیرہ گناہ ہے نہ کبیرہ گناہ ہے نہ کوئی بھول ہے، نہ کوئی چھوٹی موٹی خطا ہے، پہلے بھی بڑا مرتبہ تھا، جو رب نے امت کی فکر عطا فرمائی ہے، پھر اس کو سو بار چھوڑ کے اللہ تعالیٰ کے دربار میں سو بار داخل ہو جاتا ہوں۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ درس کی وضاحت کرتے ہوئے خوبصورت انداز میں کہتے ہیں۔

''محال باشد کہ خواص از معصیت توبہ کنند''

یہ محال ہے کہ اللہ کے خاص بندے گناہ سے توبہ کر رہے ہوں وہاں گناہ نہیں ہے وہاں ایک صواب سے دوسرے صواب کی طرف یا اپنی خودی سے حق کی طرف لوٹنا یہ توبہ ہے۔

حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ بڑا ہی قابل غور ہے۔

چنانکہ مقامات مصطفٰے علیہ السلام ہر بر ترقی بود

یہ سنو!

بلاوجہ نہیں دنیا داتا داتا کے نعرے لگاتی، وہ جنہوں نے خاک پنجاب میں سجدوں

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

کے بیج بوئے تھے اور آج یہ گلشن میں بہار آئی ہے، اُس داتا صاحب کی تعلیمات قرآن وسنت کو سمجھنے کیلئے کتنی ضروری ہیں۔

یہ جو حدیث میں سو بار توبہ کا یا ستر بار توبہ کا لفظ آ گیا کہ میں استغفار کرتا ہے۔

تو فرمانے لگے، ظالمو!

یہ نہ سمجھنا کہ کوئی کبیرہ یا کوئی صغیرہ گناہ، یا کوئی چھوٹا گناہ تھا یا کوئی بڑا گناہ تھا۔

فرمانے لگے توبہ گناہوں سے نہیں کی جارہی۔

توبہ امت کے خیال سے فارغ ہو کر اللہ کے دربار کی طرف متوجہ ہونے کو کہا جارہا ہے۔

پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

چنانکہ مقامات علیہ السلام پر دم بترقی بود

کہ ہمارے نبی علیہ السلام کے مقامات ہر وقت ترقی کرتے ہیں۔

مثال کے طور پر۔

جس وقت آپ نے اعلان نبوت کیا تو اُس وقت اربوں مقامات مل چکے تھے۔ اگلے منٹ میں اللہ نے ایک اور مقام دیا اُس سے اگلے منٹ میں اللہ نے اور مقام دیا۔

یہ ہمارے نبی علیہ السلام کی شان ہے کہ ہر منٹ میں مقام بڑھایا جارہا ہے۔

چوں بر مقام بر ترقی رسید

جب مزید اونچے مقام پر چلے جاتے۔

''ضرو ترقی استغفار می کند از مقام ضرو ترا استغفانی کرد''

جب اونچے درجے پر پہنچے تو پہلے درجے سے استغفار کرنے لگے۔

جو پہلے مقام تھا اُس سے استغفار کرنے لگے۔

توبہ بجانیاور

یہ توبہ کا انداز ہے۔

کوئی بندہ اس حدیث کو آڑ بنا کے کوئی رسول اکرم ﷺ کے ذمے گناہ نہ تھوپتا پھرے اور اُن کی طرف گناہوں کو منسوب نہ کرے وہاں گناہ نام کی کوئی چیز نہیں، جہاں کلیم کا مقام ہے گناہ تو وہاں ہی ختم ہو گئے تھے وہاں بھی صواب سے صواب کی طرف توبہ ہے۔ ہمارے رسول اکرم ﷺ کا اگلا مقام ہے۔

جس وقت اللہ تعالیٰ بلند مقام دیتا ہے اور مزید بلند درجے پہ پہنچ جاتے ہیں، اپنے چھوٹے درجے سے توبہ کرتے ہوئے بڑے درجے کا سفر شروع فرما دیتے ہیں۔

10۔ بے ہوش کا مواخذہ

جس وقت ایک انسان شان رسالت کو ملحوظ خاطر رکھتا ہے تو اُسے کیا ملتا ہے اور اگر نہیں رکھتا تو اُس کا بگڑتا کیا ہے اُسے کیا ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ ایک انسان کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ اُس کا نام قیس بن ابی زم تھا۔ رسول اکرم ﷺ کا انداز یہ تھا کہ آپ جس بیمار کے پاس بھی جاتے تو فرماتے۔

لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالٰی

کوئی حرج نہیں اس سے تو گناہ جھڑ جائیں گے۔

جس بیمار کی بھی عیادت کرتے تو یہ جملہ بولتے تھے۔

طہور کا مطلب یہ ہے کہ یہ بیماری تمہارے گناہ جھاڑنے آئی ہے۔

اس سے بیمار کو حوصلہ مل جاتا اور سرکار کے لفظوں میں تاثیر بڑی تھی بندہ صحیح ہو جاتا۔

لَابَأْسَ

کوئی حرج نہیں، کوئی پرابلم نہیں، مسئلہ ہی کوئی نہیں۔

طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالٰی

اس سے سارے گناہ جھڑ جائیں گے۔

ایک بدو قیس بن ابی خازم کو جب آپ نے جا کر یہ فرمایا تو وہ عجیب آدمی تھا اسے پتہ نہیں تھا کہ شان رسالت کے بارے میں کیسے بولنا ہے۔ آگے سے وہ بدو بول پڑا۔

هِيَ حُمَّى تَفُوْرُ علی شیخ کَبِیْرٍ

(بخاری شریف باب علامات النبوة حدیث نمبر ۳۳۴۷، ج ا ص: ۵۱۱)

یہ تو بخار ہے جو جوش مار رہا ہے۔

بوڑھا مرنے کو تیار ہے تم کہتے ہو اس میں حرج کوئی نہیں ہے۔ میں مر رہا ہوں بخار جوش پر ہے اور آپ فرماتے ہیں۔

لَابَأْسَ

کچھ بھی نہیں ہوگا۔

جب وہ یوں بولا تو میرے آقا علیہ السلام آگے سے بول پڑے۔

فَنَعَمْ اِذًا

ٹھیک ہے اگر ایسا ہے تو پھر ایسا ہی ہے۔

پھر کیا ہوا دوسرے دن اسی بخار سے وہ مر گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرما دیا تھا اگر وہ قبول کر لیتا کہ یا رسول

Idara Sirat e Mustaqeem Pakistan

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے کہا ہے۔

لَابَأْسَ

کوئی بات نہیں۔

ٹھیک ہے سرکار آپ نے فرمادیا۔

لیکن وہ بخار سے تنگ تھا کہنے لگا بوڑھے کو قبر نظر آ رہی ہے۔

تم کہتے ہو کوئی حرج ہی نہیں ہے۔

نَعَمْ اِذًا

اگر تو ایسے کہتا ہے تو پھر ایسے ہی سہی۔

شان رسالت کا جو تقاضا تھا وہ پیش نظر نہ رکھا گیا۔

تو اس کی فوراً گرفت ہوگئی۔

دوسری طرف یہ بھی ہے کہ

ایک نصرانی نے کلمہ پڑھا، جس وقت اُس نے کلمہ پڑھا تو نبی علیہ السلام نے اُسے بڑا نوازا اور کاتب وحی بنادیا۔

اُس نے سورۃ آل عمران بھی لکھی اور سورۃ بقرہ بھی لکھی۔

مگر کچھ لوگوں کو ہیضہ ہو جاتا ہے۔

کہنے لگا۔

مَایَدْرِیْ مُحَمَّدٌ اِلَّا مَا کَتَبْتُ لَہٗ

جو میں لکھتا ہوں اس نبی کو وہ ہی آتا ہے۔

اُسے یہ پتہ نہیں کہ تمہیں لکھنے کا مقام کس نے دیا ہے اور لکھوا تا کون ہے، کہتا ہے

جو میں لکھتا ہوں وھی یہ جانتے ہیں۔

وہ عیسائی ہوکر مر گیا۔

عیسائیوں نے اُس کو دفن کیا۔

لَفَظَتْهُ الْاَرْضُ

زمین نے اگل کر باہر پھینک دیا۔

صبح جب عیسائیوں نے دیکھا تو وہ باہر پڑا تھا۔

هٰذَا فَعَلُ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِهٖ

(بخاری شریف باب علامات النبوۃ ،حدیث نمبر ۳۳۴۸، ۱/۵۱۱)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُنکے صحابہ نے باہر نکالا۔

یہ اُنکو چھوڑ کر آیا ہے لہٰذا انہوں نے اس قبر سے باہر نکال دیا ہے حالانکہ سرکار کے صحابہ نے ایسا نہیں کیا تھا۔

انہوں نے قبر کو مزید گہرا کیا شام کو دفن کر کے چلے گئے صبح آئے تو پھر وہ باہر پڑا تھا۔

پھر انھوں نے کہا کہ یہ نبی علیہ السلام کے صحابہ ہیں جو یہ حرکت کر رہے ہیں تیسری بار بہت گہری قبر کھودی اور اُسکو دفن کر کے چلے گئے صبح کے وقت آئے تو دیکھا وہ باہر پڑا تھا۔

اُن کو یقین ہو گیا کہ یہ مردود گندہ اتنا ہے کہ زمین اس کو پسند نہیں کرتی۔ وہ بڑے بڑے مجرموں کو قبول کر لیتی ہے۔

مگر اس نے جو بکواس کی تھی کہ جو میں لکھتا ہوں وہ ہی نبی کو آتا ہے ان کو اپنے طور پر کچھ نہیں آتا۔

اس گستاخ کے اس جملے کی وجہ سے اور تو اور رہا اب زمین نے بھی اُس کو جگہ نہ دی

زمین بھی اُس کو اگلتی اور پھینکتی رہی کہ اس کو بولتے وقت یہ ہوش نہیں آیا کہ۔

یہ شان رسالت ہے میں کس کے بارے میں بول رہا ہوں۔

آج بھی ایسے واقعات ہو رہے ہیں، یہ اللہ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا۔ کہ جو مقام میں نے محبوب کو دیا ہے اُن کے بارے میں بولو تو ہزار بار سوچ کو غسل دو پھر اُن کے بارے میں بات کرو۔

11۔ ھوشمندوں کا انعام

اگر ادب سے بولیں گے تو کیا ملے گا۔

ایک چونٹی کو چونٹیوں کی امامت ملی۔ اُس کا کام کیا تھا۔ اُس کو یہ شان کیسے ملی۔

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر آ رہا تھا تو ایک چیونٹی دوسری چیونٹیوں سے کہنے لگی۔

يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ

اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (سورۃ النمل آیت ۱۸)

کہیں ایسا نہ ہو کہ عدم توجہ کی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام اور اُنکے لشکر کے نیچے تم روندی جاؤ اس واسطے اپنی اپنی بلوں میں داخل ہو جاؤ۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُس چیونٹی کو دیگر چیونٹیوں کی ملکہ بنایا۔

اُس کو یہ مقام کیسے ملا کہتے ہیں کہ اُس چیونٹی نے ادب نبوت ظاہر کیا تھا۔ کیوں؟

اس نے عصمت پیغمبر کا عقیدہ بیان کیا۔

وَهُمْ لَايَشْعُرُوْنَ

کہنے لگیں چیونٹیوں ویسے نہیں ہوسکتا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جانتے ہوئے تم پہ قدم رکھیں ایسا نہیں ہوگا ہاں بے خبری میں قافلہ ہے اور لشکر ہے ہوسکتا ہے کہ آپکی اس طرف توجہ نہ ہو۔

تو تم اُن کے قدموں کے نیچے آجاؤ۔

اپنی سوچ کا اُس چیونٹی نے اظہار کیا کہ اللہ کا نبی گنہگار نہیں ہوتا اور اللہ کا نبی ظالم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے چیونٹی کی ستھری سوچ کو دیکھ کر اُس کو چیونٹیوں کی سردار بنا دیا۔

جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور جادوگروں کا آپس میں مقابلہ ہو رہا تھا۔ مگر جادوگروں کو کلمہ نصیب ہوگیا۔ وہ کلمہ پڑھ گئے اس کا سبب کیا بنا۔

یہاں پر بھی امام رازی نے اپنی تفسیر میں صوفیا کا قول لکھا اس کا سبب یہ بنا تھا کہ۔

جس وقت آپس میں آمنے سامنے آئے تو جادوگروں سے ایک نیکی ہوگئی۔ نبی کا ادب ہوگیا۔ اللہ کے نبی کا تھوڑا سا ادب کر بیٹھے اُس ادب نے اُن کا بیڑہ پار کر دیا۔ حالانکہ وہ بڑے بد بخت اور مجرم تھے۔ اللہ کے دشمن فرعون کے مہمان تھے۔ اُس کو حق ثابت کرنا چاہتے تھے مگر بولتے وقت شان نبوت کا تھوڑا سا لحاظ کیا۔ کچھ ادب کر بیٹھے اللہ نے اُن کو کلمہ کی توفیق عطا فرما دی۔

انہوں نے کہا تھا۔

يَامُوْسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ (سورۃ الاعراف آیت ۱۱۵)

اے کلیم مرضی تمہاری ہے یا تو آپ پھینکیں یا ہم پھینکتے ہیں۔

اس میں اللہ کے نبی کا ذکر پہلے کیا۔ اے کلیم یا آپ اپنا عصا پہلے پھینکیں یا ہم

رسیاں پھینکتے ہیں۔

اُن سے اللہ کے نبی کا ادب ہو گیا۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی کا نام جو انہوں نے پہلے ذکر کیا تھا اور یہ کہا کہ پہلی باری چاھو تم لے لو یا ہمیں دے دو۔ چونکہ اُنھوں نے پیشکش کر دی تھی اللہ کے نبی کو مقدم کیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کا کفر نکال کر اُنکو ایمان عطا فرما دیا۔ نبوت کے لحاظ سے یہ آداب ہیں۔

جو شخص ان رستوں پہ چلتا ہے۔ اُس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں، جو اکڑتا ہے تو اُس کیلئے ہر لحہ نامرادیاں ہوتی ہیں۔

اس گفتگو کے کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تم میں سے ہر بندہ اس کا مبلغ ہونا چاہے، یہ پیغام ہے جس کو تم آگے پہنچاؤ۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو شان رسالت ہر وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ)

☆☆☆☆